کا روقت وہ آپہنچتا ہے جب کہ ساری تدبیریں بے کار ہو جاتی ہیں اور کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی

مولانا رسول خاں صاحب

لاہور کی ایک اطلاع سے یہ معلوم کر کے بہت افسوس اور دکھ ہوا کہ حضرت الاستاذ مولانا رسول خاں صاحب بھی انتقال کر گئے۔ انتقال کے وقت عمر ایک سو چار یا پانچ کے لگ بھگ ہوگی: راقم الحروف کی طالبعلمی کے زمانہ میں اگرچہ دار العلوم دیوبند کا ہر استاد اپنے فن میں ماہر اور کامل تھا لیکن چار اساتذہ ایسے تھے جو اپنا جواب نہیں رکھتے تھے اور ارباب علم کے حلقوں میں ان کی شہرت کا طوطی بولتا تھا۔ حدیث میں حضرتنا الاستاذ مولانا محمد انور شاہ الکشمیری، ادب میں مولانا محمد اعزاز علی صاحبؒ، منطق میں مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی اور فلسفہ میں مولانا رسول خاں صاحب رحمہم اللہ رحمتہ واسعتہ۔ چنانچہ راقم نے جس سال منطق کی آخری کتابیں حمد اللہ اور قاضی مولانا محمد ابراہیم صاحب سے پڑھی تھیں اسی برس فلسفہ کی اعلیٰ کتابیں صدرا اور شمس بازغہ مولانا رسول خاں صاحب سے پڑھی۔ یہ دونوں استاد کتاب نہیں بلکہ فن پڑھاتے تھے۔ طالب علم نے کیا اور کتنی عبارت پڑھی ہے اس سے ان کو کوئی واسطہ نہیں ہوتا تھا۔ طالب علم عبارت پڑھتے پڑھتے رک گیا یا انھوں نے ہی رکوا دیا تو اب کتاب کو دیکھے بغیر منہ اٹھا کر تقریر شروع کر دی۔ اللہ اکبر! یہ تقریر کیا تھی، معلوم ہوتا تھا کہ علم و فن کے سمندر میں طوفان اٹھ آیا ہے اور موجیں ہیں کہ ایک دوسرے سے ٹکرا رہی ہیں۔ اس تقریر میں نفس مسئلہ کی وضاحت ہوتی تھی اور اسکے بعد اختلافات کا مع دلائل بیان اور پھر ان پر تنقید و جرح اور مذہب حق کی ترجیح اور اس کے وجوہ پھر ان دونوں حضرات کے درس کی ایک مشترک خصوصیت یہ بھی تھی کہ تقریر بڑے اطمینان اور سکون سے کرتے تھے۔ اس میں نہ عجلت پسندی ہوتی نہ گھبراہٹ اور نہ کہیں زور شور! البتہ فرق یہ تھا کہ مولانا محمد ابراہیم صاحب بڑے شگفتہ مزاج، خوش تقریر اور بذلہ سنج ذہن تھے۔ اس لئے ذہین سے نکال کر باتیں کھاتے جاتے اور موقع موقع سے کچھ مزاحیہ فقرے کہہ کر خود بھی ہنستے اور ہم لوگوں کو بھی ہنسلاتے رہتے تھے۔ اس کے برخلاف مولانا رسول خاں صاحب

شروع سے آخر تک سنجیدہ بنے اور گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے تقریر کرتے رہتے تھے۔ قہقہہ لگانا تو جیسے انھیں آتا ہی نہ تھا۔ کبھی کبھی ان کے لبوں پر تبسم کا ارتعاش البتہ ضرور دیکھا گیا ہے کسی طالب علم سے خفگی ظاہر کرنی ہوتی تو اسے "حمار ناہق" کہتے تھے۔ اس طرز درس کے باعث کتاب تو کبھی ختم نہیں ہوتی تھی لیکن اس کا عظیم فائدہ یہ تھا کہ طالب علم میں فن کا پختہ ذوق پیدا ہو جاتا اور اس کے مسائل و مباحث پر اس کی نگاہ مبصرانہ ہو جاتی تھی۔ مولانا رسول خاںؒ صاحب ایک عرصہ تک دارالعلوم میں رہنے کے بعد اورنٹیل کالج لاہور میں تشریف لے گئے۔ تقسیم کے بعد لاہور میں دارالعلوم دیوبند کے طرز کی ایک عالیشان درس گاہ "جامعہ اشرفیہ" کے نام سے قائم ہوئی تو مولانا اس کے پرنسپل مقرر ہوئے

۱۹۶۹ء میں لاہور جانا ہوا تو ایک دن اپنے عزیز ڈاکٹر محمد اسلم کے ساتھ عصر کی نماز کے بعد آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا، جامعہ کی عظیم الشان مسجد کے صدر دروازے کے باہر سبز گھاس پر رومال بچھائے آرام کر رہے اور دو طالب علم خدمت کر رہے تھے۔ اس وقت عمر سو سال سے متجاوز تھی اور ضعف اور اضمحلال بھی نمایاں تھا لیکن اس کے باوجود درس کا سلسلہ (غالباً اب حدیث پڑھاتے تھے) اب بھی جاری تھا۔ گفتگو خوب حاضر جوابی سے کرتے تھے۔ بصارت اگرچہ کمزور ہو گئی تھی لیکن لوگوں کو پہچان لیتے تھے۔ اب میں چالیس پینتالیس برس کے بعد خدمت میں حاضر ہو رہا تھا اور اس درمیان میں کبھی مراسلت اور خط و کتابت بھی نہیں ہوئی تو خیال تھا کہ حضرت مجھ کو پہچانیں گے تو کیا؟ لیکن وہاں پہونچتے ہی جب میں نے سلام کے ساتھ مصافحہ کیا اور میاں اسلم سلمہٗ نے میرا نام ——— جنس اور فصل کے ساتھ ——— لیا تو حضرت اس طرح مسکرائے کہ گویا اپنے دیرینہ شاگرد کو پہچان لیا ہے اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ وہ اپنے شاگرد کی مصروفیتوں اور سرگرمیوں سے بھی بے خبر نہیں۔ چنانچہ خیر صلاّ کے بعد پوچھا: مولوی صاحب! آپ نے تو ہوائی جہاز کے سفر بہت کئے ہیں۔ یہ کہئے کہ آپ ہوائی جہاز میں نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟ عرض کیا: میں ہوائی جہاز میں نماز ہی نہیں پڑھتا: مولانا نے

تعجب سے فرمایا: اچھا! آپ نماز ہی نہیں پڑھتے! آخر یہ کیوں؟ میں نے جواب دیا: اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ریل کا سفر بھی کرتا ہوں تو اس میں جمع بین الصلوٰتین کرتا ہوں اور پھر ہوائی جہاز ہر ڈیڑھ دو گھنٹہ کے بعد کہیں نہ کہیں اترتا اور چالیس پینتالیس منٹ قیام کرتا ہے اس لئے جس کسی ایرپورٹ پر وقت ہوا دو نمازیں ایک ساتھ پڑھ لیتا ہوں مجھے اندیشہ تھا کہ مولانا میرا یہ جواب سن کر برہم ہو جائیں گے لیکن مجھے تعجب کے ساتھ خوشی ہوئی جب مولانا نے فرمایا: اور ہاں! ہوائی جہاز میں نماز ہو بھی تو نہیں سکتی۔ عبدالجبار صاحب ایڈوکیٹ جو اس وقت موجود تھے انھوں نے پوچھا، "حضرت کیوں؟ فرمایا: نماز کے لئے ضروری ہے کہ علی وجہ الارض ہو" "تو پھر پانی کے جہاز میں نماز کیوں پڑھتے ہیں"؟ انھوں نے پھر دریافت کیا: ارشاد ہوا: سمندر حکم میں زمین کے ہے"۔ میں نے عرض کیا: یہ بات تو دوسری ہے کہ میں نماز نہیں پڑھتا لیکن جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے میری رائے میں نماز ہوائی جہاز میں ناجائز یا نادرست نہیں۔ کیوں کہ وجوب واداے صلوٰۃ کے لئے انسان کا "زمین" پر ہونا شرط نہیں ہے۔ قرآن مجید یا حدیث میں کہیں اس کا ذکر نہیں فقہا نے اگر "علی وجہ الارض" کی قید لگائی ہے تو یہ صحیح نہیں، کیونکہ اب انسان تنگنائے ارض کو اپنے لئے ناکافی پاکر دوسرے سیاروں کو اپنا مسکن بنانے کی جدوجہد کر رہا ہے اور اس میں آج نہیں تو کل ضرور کامیاب ہوگا۔ اقبال پہلے ہی کہہ گئے ہیں۔

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا ۔۔۔ کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہے

لیکن انسان خواہ کہیں بھی رہے، بہرحال اسے عبد ہو کر رہنا ہے۔ اور اس لئے عبادت سے خلاصی نہیں" ابھی میں بول ہی رہا تھا کہ مغرب کی اذان ہو گئی اور میں حضرت الاستاذ سے رخصت ہو کر مسجد میں چلا گیا۔

طبعاً نہایت خلیق، متواضع اور بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ان کی قبر ٹھنڈی رہے۔ آمین۔